Shariah Academy
For Research & Studies
Nadwatul Ulama
Tagore Marg, Nadwa Road, Lucknow U.P. 226007

مجلس تحقیقات شرعیہ
ندوۃ العلماء لکھنؤ

Ref.............................

Date. 18/01/2025
۱۷/رجب المرجب ۱۴۴۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوالنامہ

مکرم ومحترم.......................................زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا!

اللہ کرے خیر وعافیت سے ہوں

آپ کو یہ اطلاع دیتے ہوئے مسرت ہورہی ہے کہ مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کی جانب سے ساتواں فقہی سیمینار ''مساجد اور ان کے اوقاف سے متعلق چند نئے مسائل''، ''قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل'' اور ''تلفیق اور تتبع رخص'' کے موضوعات پر ہونا طے پایا ہے، یہ سیمینار انشاء اللہ ستمبر میں ہوگا۔

مذکورہ تینوں موضوعات میں سے دو موضوعات پر مشتمل تفصیلی سوالنامہ آپ کی خدمت میں پیش ہے، اپنی مصروفیات میں سے کچھ وقت نکال کر ان کے تفصیلی جوابات لکھنے کی زحمت کریں، اور اپنا مقالہ ۲۰/ ذیقعدہ تک ضرور ارسال کردیں، تاکہ سیمینار کے لئے آئے ہوئے مقالات کی تلخیص اور عرض تیار کرنے میں آسانی ہو۔

امید ہے کہ مجلس کو آپ کا علمی تعاون حاصل رہے گا۔

ضروری ہدایات منسلک ہیں۔

والسلام

عتیق احمد بستوی
ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ
9839776083

رابطہ کے لئے:

☆ رحمت اللہ ندوی (کنوینر برائے سیمینار)
8960185798

☆ منور سلطان ندوی (آفس سکریٹری)
8299624579

E-mail:shariahacademynadwa@gmail.com

Shariah Academy
For Research & Studies
Nadwatul Ulama
Tagore Marg, Nadwa Road, Lucknow U.P. 226007

مجلس تحقیقات شرعیہ
ندوۃ العلماء لکھنؤ

Ref.............................   Date.............................

گزارشات برائے مقالہ نگار حضرات

۱-کمپوز شدہ مقالہ فل اسکیپ میں 10/ صفحات سے زائد نہ ہو۔

۲-آخر میں مقالہ کا خلاصہ ضرور تحریر کریں، جس میں ہر سوال سے متعلق آپ کی رائے واضح ہو۔

۳-آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ نیز فقہی عبارتوں کا ترجمہ بھی تحریر کریں۔

۴-طویل عبارتیں نقل کرنے سے گریز کریں، عبارت کا اتنا حصہ ہی نقل کرنا کافی ہے، جو آپ کا مستدل اور مطلوب ہو۔

۵-کسی سوال کے جواب میں عبارتیں مکرر ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، صرف اشارہ کردینا کافی ہے۔

۶-اصل سوال پر ترکیز ہو، ضمنی یا غیر متعلق امور پر حتی الامکان گفتگو نہ کریں۔

۷-کوشش ہو کہ مقالہ مختصر اور جامع ہو۔

۸-مقالہ مقررہ تاریخ کے اندر ہی ارسال کرنے کی کوشش کریں تاکہ تلخیص اور عرض مسئلہ تیار کرنے میں سہولت ہو۔

۹۔سوال نامہ کو دعوت نامہ نہ سمجھیں بلکہ دعوت نامہ کا انتظار کریں یا دفتر سے رابطہ کرلیں۔

۱۰۔مجموعہ مقالات کی اشاعت کے موقع پر ضروری حذف واضافہ کیا جاسکتا ہے اور بسا اوقات ریکارڈ میں محفوظ کیا جاسکتا ہے۔

۱۱۔اگر مقالہ کمپوز کرا رہے ہیں تو مقالہ ان پیج اردو، ان پیج اردو پروفیشنل میں کمپوز کرائیں، موبائل سے کمپوزنگ نہ کریں۔

۱۲۔مقالہ میل کرنے یا واٹس ایپ پر بھیجنے کے بعد اطلاع ضرور کریں۔

www.mtsnadwa.org   Email - info@mtsnadwa.org - shariahacademynadwa@gmail.com

سوالنامہ ساتواں فقہی سیمینار مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء لکھنؤ

مساجد اوران کے اوقاف سے متعلق چند مسائل

اسلام کے کارخیر کے شعبوں میں ایک اہم شعبہ اوقاف کا ہے۔ جس کے متعدد شعبے ہیں جن میں ایک اہم حصہ مساجد اوراس پر وقف اراضی و دیگر ذرائع آمدنی کا ہے، شریعت میں منشاء واقف کی بڑی اہمیت ہے، اسی لئے فقہاء نے صراحت کی ہے: شرط الواقف کنص الشارع، ان دنوں متولیان یا مساجد کمیٹیوں کی طرف سے کچھ ایسے سوالات آرہے ہیں جن میں بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ اوقاف میں بنیادی تبدیلیاں ہو رہی ہیں یا منشاء واقف متاثر ہو رہا ہے، دوسری طرف وقت اور حالات کا تقاضا ہے کہ یہ تبدیلیاں ناگریز ہیں ورنہ وقف کے مقاصد مزید متاثر ہوں گے یا یہ معطل ہو جائیں گے، یا دشواریاں بڑھ جائیں گی، ایسے حالات میں ان سوالات پر عصری تناظر میں غور و فکر کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ جس میں کتاب و سنت اور فقہاء کی تصریحات سامنے ہوں اور عصری تقاضوں کی رعایت بھی ہو۔ اس پس منظر میں ذیل میں چند سوالات درج کئے جارہے ہیں:

۱- بعض بڑے اور چھوٹے شہروں میں پرانی مسجدیں موجود ہیں اور وہ الحمدللہ آباد ہیں لیکن آبادی بڑھنے کی وجہ سے توسیع کی ضرورت ہے۔ کمیٹی چاہتی ہے کہ مسجد شہید کر کے از سر نو اسکی تعمیر ہو، اس کی ایسی توسیع ہو کہ زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی گنجائش نکل آئے۔ ساتھ ہی بعض منزلیں بڑھادی جائیں تا کہ دینی تعلیم کا نظم ہو اور اوپر کی کسی منزل میں طلبہ کی رہائش کا بھی نظم ہو، یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ اوپر کی کسی منزل کو درسگاہ بنانا اور اس سے اوپر طلبہ کی رہائش گاہ بنانا درست ہے یا نہیں؟ کیا تعلیم اور رہائش کے باقاعدہ نظم سے مسجد کی حرمت متاثر نہیں ہوگی، کیا یہ آداب مسجد کے خلاف عمل تو نہیں ہوگا، اگر ہوگا تو کیا یہ حرمت کے درجہ کا ہوگا یا صرف کراہت ہوگی؟

۲- اسی طرح بعض مساجد میں آمدنی نہیں ہوتی ہے۔ مسجد کی کمیٹی چاہتی ہے کہ قدیم مسجد شہید کر دی جائے اور چند منزلہ عمارت بنادی جائے جس میں نیچے کی منزل میں دکانیں بنادی جائیں تا کہ مسجد کی آمدنی کا ذریعہ ہو اور اوپر کی منزل جماعت گاہ ہو، کیا مصالح مسجد کے پیش نظر ایسا کیا جاسکتا ہے؟ اسی طرح جماعت گاہ کی منزل سے اوپر امام اور مؤذن کے لئے ایسے حجرے بنائے جاسکتے ہیں جہاں وہ تنہا یا فیملی کے ساتھ قیام کرسکیں؟

۳- اسی طرح بعض مسجدیں شہر کے اندر ہوتی ہیں، آبادیاں بڑھ جاتی ہیں، مسجدوں کی توسیع کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ لیکن مسجد کے اردگرد جگہیں نہیں ہوتیں یا کم ہوتی ہیں۔ بہت سے نمازی اپنی اپنی گاڑیوں سے آتے ہیں، بالخصوص کالونیوں میں رہنے والے نمازیوں کو اسکی ضرورت پڑتی ہے لیکن وہاں گاڑیاں ٹھہرانے کی جگہیں نہیں ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں کمیٹی چاہتی ہے کہ مسجد شہید کر کے ایسی شکل اختیار کی جائے کہ نیچے بیسمنٹ میں پارکنگ ہو اور اوپر مسجد ہو، سوال یہ ہے کہ قدیم مسجد میں ایسی تبدیلی جس میں نمازیوں کی گاڑیوں کے ٹھہرانے کا نظم ہو، کی جاسکتی ہے؟ کیا موجودہ حالات کے پیش نظر اسکی گنجائش ہوگی؟

۴- بعض شہروں میں جگہ جگہ قدیم مساجد ہیں اردگرد میں جگہیں بھی خالی ہیں لیکن کم ہیں، دوسری طرف مسلم بچوں کی دینی تعلیم بالخصوص عصری اسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لئے جزء وقتی دینی تعلیم کا نظم ضروری ہوتا ہے۔ کمیٹی کے حضرات چاہتے ہیں کہ پوری مسجد شہید کر دی جائے اور اردگرد کی جگہیں بھی لے لی جائیں اور چند منزلیں بنادی جائیں جن میں بیسمنٹ میں پارکنگ ہو، اس کے اوپر جماعت گاہ ہو اور اس کے اوپر جزء وقتی درسگاہ ہو۔ یعنی مسلم بچوں کی تعلیم و تربیت کا نظم ہو اور بچوں سے تعلیمی فیس بھی لی جائے تا کہ اساتذہ کی تنخواہ کے علاوہ مسجد کے مصالح پر صرف ہو یعنی درسگاہ کی منزل کرایہ پر ہو اور یہ آمدنی مصالح مسجد پر صرف ہو۔ کیا موجودہ حالات کے پیش نظر ایسا کیا جاسکتا ہے؟

۵- بعض بڑے شہروں میں مسلمانوں کی خاصی تعداد بڑی بڑی بلڈگوں اور اپارٹمنٹ میں رہتی ہے وہاں کوئی مسجد نہیں ہوتی ہے، اگر یہ مسلمان

باہم مشورہ سے اپارٹمنٹ کے کسی حصہ کو خرید لیں اور نماز کے لے مختص کرلیں اور جماعت سے وہاں نماز ادا کریں تو کیا اپارٹمنٹ کا یہ حصہ مسجد شرعی کہلائے گی؟ کیا اس پر مسجد کے احکام جاری ہوں گے، یا اسے صرف جماعت گاہ کہیں گے؟

۶-بعض اہل ثروت کئی منزلہ عمارت تعمیر کرتے ہیں اور شروع ہی سے ان کی نیت ہوتی ہے کہ کسی ایک منزل کو مسجد بنانا ہے اور طے کرلیں کہ تیسری منزل مسجد رہے گی اور نیچے کی دو منزلیں کمرشیل کیمپلکس رہے گا اور چوتھی و پانچویں منزلوں میں کمپنی یا طباعتی ادارہ کے آفس ہوں گے یا نیٹ ورکنگ سسٹم کا کام ہوگا۔سوال یہ ہے کہ ایسی عمارت میں جو منزل مسجد متعین ہوگی کیا وہ مسجد شرعی کہلائے گی؟ کیا اس پر مسجد کے احکام جاری ہوں گے؟

۷-کچھ مسائل مسجد کی اراضی اور پراپرٹی سے بھی متعلق ہیں جو عام طور پر پیش آتے ہیں مثلاً بعض مساجد کی آمدنی کے لئے کچھ اراضی ہوتی ہیں جو زراعتی ہوتی ہیں، عموماً زراعت میں اخراجات بہت ہوجاتے ہیں اور آمدنی کم ہوتی ہے جس سے مسجد کے اخراجات پورے نہیں ہوتے، متولیاں چاہتے ہیں کہ اراضی فروخت کردی جائیں اور ان کے بدلے بازار میں دکانیں خریدی جائیں تاکہ بذریعہ کرایہ مسجد کو اتنی آمدنی آتی رہے جس سے اخراجات پورے ہوں۔

سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا زائد آمدنی کے پیش مسجد کی اراضی فروخت کرکے دوسری زائد آمدنی والی اراضی یا دکانیں خریدنا درست ہے؟ اس سوال میں نزاکت یہ ہے کہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ اوقاف کی اراضی فروخت ہونے کے بعد ضائع ہوجاتی ہیں اور بدل شاذونادر ہی حاصل ہو پاتا ہے۔ایسی صورت میں کیا زائد آمدنی کے لئے موقوفہ اراضی فروخت کرکے دکانیں خریدی جاسکتی ہیں؟

۸-بعض مساجد ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے متعلق اراضی ہوتی ہیں جو مساجد کی ملکیت ہوتی ہے، کمیٹی اس کے تحفظ اور مسجد کی آمدنی کے پیش نظر وہاں مکاتب یا مدارس قائم کردینا چاہتی ہے۔سوال یہ ہے کہ مساجد کی اراضی میں مکاتب یا مدارس قائم کرنا درست ہے؟ اگر تعمیرات کے بعد کرایہ مقرر کردیا جائے اور آمدنی مسجد کو دی جائے اور وہاں تعلیمی نظام جاری رہے تو شرعاً اسکی اجازت ہوگی؟ اس سے مقاصد وقف میں خلل تو نہیں ہوگا؟ تحفظ کی غرض سے کیا یہ تصرف درست ہوگا؟

قبرستان سے متعلق چند نئے مسائل

الحمدللہ مسلمانوں نے پورے ملک میں جہاں بہت سی اراضی مختلف قسم کے کار خیر میں وقف کی ہیں، وہیں بڑے پیمانہ پر مسلمان اموات کی تدفین کی غرض سے قبرستان وقف کرر کھے ہیں، تقریباً ملک کے تمام شہروں، دیہاتوں اور قصبات میں قبرستان پائے جاتے ہیں، بعض بعض مقامات پر بڑی بڑی اراضی اس مقصد کے لئے وقف ہیں، لیکن حالات کی ستم ظریفی ہے کہ بے شمار جگہوں میں قبرستان کی اراضی پر غیروں سے زیادہ خود اپنوں نے قبضہ کرر کھا ہے، اور ناجائز قبضوں کا سلسلہ دراز ہوتا جارہا ہے۔ بہت سی جگہوں پر مسلمانوں نے توجہ دی اور کمیٹیاں بنا کر کسی قدر تحفظ کا سامان بھی کیا۔ بعض ریاستی سرکاروں نے بھی گھیرابندی میں مدد کی، خود مسلمانوں نے بھی بے شمار قبرستانوں میں چہار دیواری کے ذریعہ تحفظ کا کام کیا۔

اس پس منظر میں بہت سی جگہوں میں چہار دیواری دکانوں کی شکل میں کردی گئی تاکہ تحفظ کے ساتھ قبرستانوں کی آمدنی بھی ہو اور اس سے نظام قبرستان میں مدد مل سکے۔ اس نقطہ نظر سے بعض اصحاب افتاء نے چہار دیواری اور اس میں دکانوں کی تعمیر کے جواز پر فتوے بھی دیئے ہیں۔

اسی سلسلہ میں قبرستان کی بعض کمیٹیوں کی طرف سے درج ذیل سوالات کئے جارہے ہیں، جن کے مفصل اور مدلل جوابات کی درخواست آپ حضرات سے کی جارہی ہے:

۱-اگر قبرستان میں پلر دے دیئے جائیں جو تقریباً دس پندرہ فٹ اونچے ہوں اور اس پر چھت دیدی جائے اور اس پر دکانیں بنادی جائیں تاکہ نیچے تدفین کا عمل جاری رہے اور اوپر دکانیں رہیں اور آمدنی قبرستان کو ملتی رہے۔ کیا شرعی نقطہ نظر سے اس کی گنجائش ہے؟ اوپر مارکیٹ ہونے سے مردوں کی بے حرمتی تو نہیں ہوگی؟ کتاب وسنت اور فقہاء کی تصریحات کی روشنی میں اس کا واضح حکم تحریر فرمائیں؟

۲-اس بارے میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ بعض شہروں میں آبادی کے لحاظ سے قبرستان کم پڑ رہے ہیں، بسا اوقات تازہ قبروں ہی میں مردوں کے باقیات ہٹا کر نئے مردے دفن کئے جاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ عموماً شہر میں خالی اراضی نہیں ملتی، اگر ملتی بھی ہیں تو بہت مہنگی جس کا خریدنا اور حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے۔ ایسی صورتحال میں کیا ایسا کیا جاسکتا ہے کہ موجود قبرستان میں پلر دیکر اوپر مضبوط چھت دیدی جائے اور اس پر پانچ چھ فٹ مٹی رکھ دی جائے جسکی حیثیت قبرستان کی طرح ہوجائے پھر وہاں مردوں کی تدفین کا عمل ہو۔ اس بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

۳-قبرستان سے متعلق ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ بعض قبرستان آبادی کے بیچ میں آگئے ہیں اور چھوٹے ہیں، تدفین کی دشواریوں کے علاوہ ایک دشواری آمدورفت کی بھی ہوتی ہے، گھنی آبادی ہونے کی وجہ سے راستہ تنگ ہوگیا ہے، میت لے کر گزرنا دشوار ہوجاتا ہے، کمیٹی اس صورتحال کو دیکھ کر یہ چاہتی ہے کہ اس قبرستان کو فروخت کردیا جائے اور اس رقم سے آبادی سے باہر وسیع اراضی خریدی جائے اور وہاں تدفین کا عمل ہو، کیا فروختگی اور استبدال کی یہ شکل درست ہوگی؟ جبکہ لوگ اس قبرستان کی اراضی شہر کے اندر ہونے کی وجہ سے خریدنے کے لئے تیار ہوں مختلف مقاصد کے لئے جیسے بسا اوقات حکومت بس اسٹینڈ وغیرہ بنانے کے لئے کئی گنا زائد زمین باہر دینے کے لئے تیار ہوتی ہے کیا توسیع قبرستان کے پیش نظر بدل کی یہ شکل درست ہوگی؟

۴-بعض قبرستانوں کے کسی کنارہ پر مسجد بنی ہے اور باقاعدہ پنجوقتہ نمازیں بھی ہوتی ہیں، سوال یہ ہے کہ وہاں وضوخانے اور استنجا خانے نہیں ہوتے ہیں، کیا نمازیوں کی سہولت کے لئے وہاں استنجا خانے بالخصوص بیت الخلاء بنائے جاسکتے ہیں، جبکہ یہ یقین ہے کہ جس حصے میں یہ بنیں گے وہاں پرانی قبریں اور میت کے باقیات موجود ہوں گے، لوگوں کی آمدورفت، قریب میں بازار، اسی طرح گاہے بگاہے تبلیغی جماعتوں کے قیام کے پیش نظر

استنجا خانے اور بیت الخلاء کی سخت ضرورت محسوس ہوتی ہے؟ ضرورت کے پیش نظر کیا قبرستان کے کسی حصے میں استنجاء خانے وغیرہ بنائے جاسکتے ہیں؟

۵-ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن قبرستانوں میں مسجدیں نہیں ہیں، کیا وہاں تدفین میں شامل ہونے والوں کی سہولت کے لئے مسجدیں تعمیر کی جا سکتی ہیں یا نہیں؟ اگر قبرستان وسیع ہو اور خالی جگہیں پڑی ہیں، اس صورت میں کیا حکم ہوگا، اور اگر قبرستان چھوٹا اور تنگ ہو اس صورت میں تعمیر مسجد کا حکم کیا ہوگا؟ یا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟ اگر اراضی وسیع ہوں تو کیا وہاں استنجا خانہ اور بیت الخلا بنائے جاسکتے ہیں؟

٦-ہمارے ملک میں بہت سے قبرستان ایسے ہیں جو بہت وسیع وعریض رقبہ پر مشتمل ہیں، لیکن بدقسمتی سے ان کی طرف نظر بد لگی ہوئی ہے اوران پر ناجائز قبضے ہورہے ہیں اور مختلف قسم کے اداروں کے قیام کی کوششیں ہورہی ہیں، اس تناظر میں اگر ضرورت سے زائد قبرستان کی اراضی پر تحفظ کی غرض سے دینی تعلیمی ادارے قائم کردیئے جائیں تو کیا شرعاً اسکی گنجائش ہوگی۔ اس سے قبل اس طرح کے سوالات آچکے ہیں اور فتوے بھی آئے ہیں لیکن ان دنوں مسلمانوں اوران کے اداروں کے تئیں حکومت وقت کے جو رویے ہیں اس پس منظر میں دوبارہ غور وفکر کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔ کیا موقوفہ قبرستان کی اراضی کا دوسرے مقاصد میں استعمال منشا واقف کے خلاف تصور تو نہیں کیا جائے گا؟ اگر ادارہ قائم کردینے سے اراضی کا تحفظ ہو تو شرعاً یہ پہلو راجح ہوگا یا نہیں؟ اگر ادارہ پر کچھ کرایہ مقرر دیا جائے اور یہ آمدنی قبرستان کے فنڈ میں جمع ہو تو کیا یہ صورت شرعا درست ہوگی؟

۷-ہمارے ملک میں بعض مقامات اور علاقے ایسے ہیں جہاں نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جگہیں نہیں ملتی ہیں اور نہ جنازہ گاہیں ہیں، کھیتی کے زمانہ میں زمینیں خالی نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً سڑکوں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جو بسا اوقات باعث تکلیف بن جاتا ہے۔ ایسی جگہوں میں لوگ چاہتے ہیں کہ قبرستان کے کسی حصہ میں جنازہ گاہ بنائی جائے اور وہیں نماز جنازہ ہو، کیا شرعاً اس کی اجازت ہے، کہ قبرستان میں جنازہ گاہ بنائی جائے؟ اس میں نماز پڑھنا کیا مکروہ نہیں ہوگا؟

۸-بعض علاقے جہاں کا شکاری ہوتی ہے، وہاں بہت سے لوگ بڑی بے احتیاطی سے قبرستانوں کو کھلیان کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اسی طرح سیلاب کے زمانہ میں اپنی مویشیوں اور گائے بیل وبھینس وغیرہ قبرستانوں میں رکھ آتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگیاں پھیل جاتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ قبرستانوں کو کھلیان اور باڑھ کے طور پر استعمال نہیں کرسکتے ہیں، کیا اسکی اجازت ہوگی کہ قبرستان کے کچھ حصے غلہ تیار کرنے یا ہنگامی حالات میں جانوروں اور مویشیوں کے رہنے کے لئے خاص کردیئے جائیں؟ کیا اسے مجبوری کا درجہ دیکر جواز کی راہ نکالی جاسکتی ہے؟

تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص

اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ دور حاضر کے نت نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں کبھی کبھی کوئی ایک فقہی مسلک کافی نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کی ضرورت پیش آتی ہے کہ دوسرے فقہی مسالک (خصوصاً ائمہ اربعہ کے فقہی مسالک) سے مدد لی جائے، اوران کے ذریعہ بعض پیچیدہ مسائل کو حل کیا جائے، کیونکہ یہ تمام فقہی مسالک جو دنیا کے مختلف ممالک اور علاقوں میں مروج ہیں اور جن کی تقلید کا رواج ہے، یہ سب اسلامی شریعت اور اسلامی قانون کا حصہ ہیں، اجتہادی امور ومسائل میں ان کے اختلافات کی نوعیت حق وباطل، ہدایت وگمراہی کی نہیں ہے بلکہ یہ سب کتاب وسنت کے سمندر سے نکلنے والی بافیض نہریں ہیں جن سے امت مسلمہ سیراب ہورہی ہے، یہی وہ موقف ہے جسے اہل حق فقہائے مجتہدین، فقہ اور اصول فقہ کے ماہرین اور ہر دور کے متبحر علماء نے اختیار کیا ہے، اس لئے ان تمام فقہی مسالک کی کتابوں اور ان کے اجتہادات وآراء کو فقہ اسلامی کا گراں قدر حصہ مانا جاتا ہے، دلوں میں ان کی عظمت پیدا کی جاتی ہے اور ہر دور میں ان سے استفادہ کیا جاتا رہا ہے۔

جو علماء اور اصحاب افتاء عام مسائل میں کسی خاص فقہی مسلک کی پابندی کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، جب انہیں بعض مسائل میں موجودہ حالات کے تحت اپنے مسلک کی اجتہادی رائے پر عمل کرنے یا اس پر فتوی دینے میں تنگی محسوس ہوتی ہے اور وہ ضرورت سمجھتے ہیں کہ کسی دوسرے فقہی مسلک کی اجتہادی رائے کو اختیار کر کے اس دشواری کا حل تلاش کریں اور امت مسلمہ کے لیے یسر وسہولت پیدا کریں، تو ان کے لئے یہ بات رکاوٹ بنتی ہے کہ کہیں ایسا کرنے میں تلفیق بین المذاہب یا تتبع رخص لازم نہ آئے جسے عام طور سے فقہاء اور اصولیین ناپسند کرتے ہیں۔

اس پس منظر میں مجلس تحقیقات شرعیہ، ندوۃ العلماء اس بات کی ضرورت محسوس کرتی ہے کہ تلفیق اور تتبع رخص کے موضوع پر مستقلا غور وخوض کیا جائے، ان کے دائروں اور حدود کی تعیین کی جائے اور یہ طے کیا جائے کہ تتبع رخص اور تلفیق کی حقیقت کیا ہے؟ کیا یہ دونوں ہر حال میں ممنوع ہیں؟ یا بعض حالات میں ان کی گنجائش ہے؟ ان کی انواع واقسام کیا ہیں اور ہر قسم کا حکم کیا ہے؟ کیا انفرادی استنباط احکام میں ان کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟ یا اجتماعی اجتہاد کی صورت ہی میں بروئے کار لانا درست ہے؟

اس پس منظر میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کے ساتویں فقہی سیمینار کے لئے ''تلفیق بین المذاہب اور تتبع رخص'' کو موضوع بنانا طے پایا، اس کے بارے میں درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں، امید ہے کہ آپ درج ذیل سوالات کے تحقیقی جوابات کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں تحریر فرمائیں گے، خاص طور سے اس موضوع پر کتب فقہ واصول فقہ سے بھرپور استفادہ کریں گے۔

محور اول: تلفیق بین المذاہب

(۱) تلفیق کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟ فقہاء اور اصولیین تلفیق کا استعمال کس معنی کے لیے کرتے ہیں؟

(۲) تلفیق کی کتنی قسمیں ہیں؟ کونسی شکلیں جائز ہیں اور کونسی ناجائز ہیں؟ ان کے دلائل کیا ہیں؟

(۳) جو حضرات تلفیق کو مطلقاً جائز یا مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں ان کے دلائل کیا ہیں؟

(۴) کیا ایسی بھی کوئی تفصیل ہے کہ تلفیق بین المذاہب بعض فقہی ابواب میں درست ہے اور بعض میں درست نہیں؟ اگر ایسی کوئی تفصیل فقہاء اور اصولیین کے یہاں پائی جاتی ہے تو اس کی وضاحت کریں۔

(۵) کیا نئے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے میں اجتماعی غور وخوض اور اجتہاد کے موقع پر مسائل کا قابل عمل حل نکالنے کے لیے تلفیق بین

المذاھب کا استعمال کیا جاسکتا ہے؟ اگر کیا جاسکتا ہے تو اس میں کن شرطوں کا لحاظ کرنا ضروری ہوگا؟

(۶) کیا مفتیان کرام انفرادی فتاویٰ میں ضرورت محسوس کرنے پر تلفیق کو روبہ عمل لا سکتے ہیں؟

محور دوم: تتبع رخص

فقہاء اور اصولیین کے یہاں تتبع رخص کی بحث آتی ہے اور بعض مفسرین جو آیات احکام پر زیادہ توجہ کرتے ہیں اور آیات قرآنیہ سے استنباط احکام کا ذوق ومزاج رکھتے ہیں، ان کے یہاں بھی کبھی کبھی اس پر گفتگو آتی ہے، دور حاضر میں جہاں تلفیق پر گفتگو آتی ہے وہیں تتبع رخص کا موضوع بھی زیر بحث آتا ہے، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات پیش خدمت ہیں:

(۱) تتبع رخص کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت کیا ہے؟

(۲) تتبع رخص کے بارے میں فقہاء اور اصولیین کی بحثوں کا خلاصہ کیا ہے؟

(۳) تتبع رخص کی قسمیں اور ان کے احکام ودلائل کیا ہیں؟

(۴) تتبع رخص کو جائز کہنے والے یا ناجائز کہنے والوں کے دلائل کتاب وسنت سے کیا ہیں؟

(۵) تتبع رخص اور تلفیق بین المذاھب دونوں ایک ہیں؟ یا دونوں میں فرق ہے؟ اگر فرق ہے تو کیا کیا ہے؟

(۶) دور حاضر کے نئے پیچیدہ مسائل حل کرنے میں تتبع رخص سے مدد لی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر مدد لی جاسکتی ہے تو اس کی شرطیں کیا ہیں؟

(۷) کیا مفتیان کرام انفرادی فتاوی میں ضرورت محسوس کرنے پر تتبع رخص کا استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟